پروفیسر محمد افضل رضاؔ*

فانی صاحب کی کہانی خود ان کی زبانی
(نالۂ زار پر لکھے گئے تاثرات)

میرے عالم فاضل شاعر اور ادیب دوست جناب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؔ نے جب مجھے اس شعری مجموعے کے بارے میں چند سطور تحریر کرنے کا اعزاز بخشا تو میں قدرے سہم گیا۔ اس لئے کہ من آنم کہ من دانم۔ کہاں میری علمی کم مائیگی اور کہاں ایک علامہ دوست کی معیاری شاعری کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار، اس پر مستزاد یہ کہ جہاں میں جناب فانیؔ کی دوستی اپنے لئے مایۂ افتخار سمجھتا ہوں۔ وہاں اردو، ، فارسی، عربی، زبانوں پر ان کے بے مثل عبور کبھی کبھی مجھے شدید احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان کی فقیرانہ فطرت اور قابل رشک علمیت، پشتو' فارسی اور عربی کے جدید وقدیم شعری سرمائے سے ان کی بھرپور آگہی، ان چاروں زبانوں میں ان کی شعری تخلیق کے معیاری تجربے، ان میں سے ہر ذیلی عنوان الگ الگ تفصیلی تحریر کا متقاضی ہے۔

آمدم برسر مطلب! طویل دیباچوں اور پیش لفظوں کا دور شاید گزر گیا۔ قارئین کرام مختصر طور پر کتاب اور اسکے مصنف کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، اسے میری ضد کہئے کہ ایسے موقعوں پر میں مصنف دوست کی کہانی انکی زبانی لکھا کرتا ہوں تاکہ ادبیات کے محقق کو مستقبل میں یہ زحمت اٹھانا نہ پڑے کہ مذکورہ شاعر و ادیب کون تھا، کہاں کا رہنے والا تھا، زندگی کے حالات کیا تھے وغیرہ وغیرہ......بس تو میری درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے میرے اس درویش صفت دوست نے لکھا:

مورخہ ۱۵ اپریل ۵۴ء کو ضلع صوابی کے مشہور قصبہ زروبی میں متکلم اسلام حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدرالمدرسین دارالعلوم حقانیہ کے ہاں بندہ کی ولادت ہوئی' ناظرۂ قرآن کریم اپنے گھر پڑھا اور یہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر کرم ہے کہ پہلے پارہ کے دو تین ورق پڑھنے کے بعد دیگر پارے بغیر استاد کے پڑھے۔

بعد ازاں اپنے گاؤں زروبی کے مڈل سکول میں داخلہ لیا اور سکول کے ساتھ ساتھ اپنے والد صاحب مرحوم سے دینی رسائل اور فارسی نظم کے رسالے پڑھتا رہا، مثلاً کریما پنج کتاب اور گلستانِ سعدی وغیرہ۔

---

* نامور دانشور' ادیب' شاعر' نقاد' ڈرامہ نگار

مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد چونکہ ہمارے گاؤں میں اس وقت تک ہائی سکول نہیں بنا تھا نویں اور دسویں کلاس کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول ٹوپی یا سکول مرغزلڑ کے جایا کرتے تھے۔حضرت والد صاحب مرحوم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں صدر مدرس تھے۔اس لیے انہی کے ایماء پر بندہ نے گورنمنٹ ہائی سکول اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا، یہاں پر نویں جماعت پاس کی اور دسویں جماعت میں سہ ماہی امتحان کے بعد واپس گاؤں آیا اور ٹوپی کے ہائی سکول میں داخلہ لیا اور وہاں سے ۱۹۷۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، میٹرک کے بعد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا اور ساتھ ساتھ حفظ القرآن میں بھی مشغول رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درسِ نظامی کے ساتھ بندہ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ ۱۹۷۸ء میں درسِ نظامی سے فراغت کے بعد دوسرے ہی سال دارالعلوم حقانیہ میں بحیثیت مدرس بندہ کا تقرر ہوا اور صرف ونحو ومنطق اور ادب کی مختلف کتابیں تفویض ہوئیں۔

شعروشاعری اور ادب کے ساتھ شوق ابتداء ہی سے تھا ابتداء میں اپنی مادری زبان پشتو میں شاعری کرتا رہا اور اسی طرح فارسی میں بھی طبع آزمائی اور تک بندی کی کوشش کی۔ زمانۂ طالب علمی میں بعض غزلیں پشتو رسائل اور مجلّات میں چھپتی رہیں اور ساتھ ساتھ اپنی دانست میں اہم مفید مضامین کے تراجم کرتا رہا اسکے بعد وقتاً فوقتاً ملک وبیرون ملک کے مختلف جرائد اور اخبارات میں راقم کے مضامین آتے رہے

۸۳ء میں طبیعت اردو شاعری کی طرف مائل ہوگئی اور پھر اردو میں طبع آزمائی شروع کی۔ چنانچہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک ، ماہنامہ ''الخیر'' ملتان، ''خدام الدین'' لاہور، ''ترجمان اسلام'' لاہور، ''بینات'' کراچی، ''النصیحہ'' چارسدہ اور دیگر اخبارات ورسائل میں راقم کی نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہیں۔عمومی طور پر ان نظموں اور غزلیات کو پذیرائی حاصل ہوئی، علاوہ ازیں عربی شاعری میں بھی مشق جاری رہی، چنانچہ بندہ کا عربی مرثیہ جوکہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال پر لکھا گیا تھا۔ وہ جب ماہنامہ ''الحق'' میں چھپا تو ''الحق'' ہی سے وہ مرثیہ دیوبند کے عربی ماہنامہ ''الثقافہ'' میں شائع ہوا۔

حضرت والد صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال کے بعد اکثر احباب کا تقاضا ہوا کہ ان کی سوانح عمری اور حالات زندگی پر ایک کتاب مرتب ہونی چاہیے ۔ چنانچہ راقم نے ایک ضخیم کتاب ''حیات صدرالمدرسین'' کے نام سے مرتب کی۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر وزارتِ تعلیم صوبہ سرحد نے سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لیے منظوری دی ہے۔

دیگر تالیفات میں ''افادات حلیم'' جس کی دوسری اشاعت مزید اضافوں کے ساتھ طبع ہوچکی ہے۔ یہ کتاب بھی صوبہ سرحد کے سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لیے وزارتِ تعلیم صوبہ سرحد نے منظور کی ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو ادارتی شذرے ملک و ملت کی مشہور شخصیات کے سانحہ ہائے ارتحال پر لکھے تھے۔ بندہ نے وہ اداریئے مرتب کیے اور ان پر تعلیقات اور حواشی کا اضافہ کیا، چنانچہ وہ اداریئے اب ''کاروانِ آخرت'' کے نام سے مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے کتابی شکل میں شائع کرائے ہیں۔

حضرت والد صاحب مولانا عبدالحلیم قدس سرہ کے انتقال پر پشتو زبان میں آں مرحوم کے تلامذہ اور بندہ کے احباب نے رقت انگیز اور پر درد مرثیے لکھے تھے بندہ نے وہ مراثی یکجا کرکے ''غم بے شان'' کے عنوان سے شائع کیے جس کا پیش لفظ ملک کے معروف نقاد، ادیب، ڈرامہ نگار، افسانہ نویس، شاعر اور مصنف جناب پروفیسر افضل رضاؔ نے لکھا۔

برادرم محترم جناب مولانا عبدالقیوم حقانی کی تالیفات پر راقم نے مفصل تبصرہ لکھا جو کہ ''نقوش حقانی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حضرت والد صاحب مولانا عبدالحلیم قدس سرہ کے آمالی اور تقریرات پر کام شروع ہے انشاء اللہ وہ بھی بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو جائیں گے، یعنی مسلم شریف، بخاری شریف، بیضاوی شریف اور تلویح وتوضیح اور مسلم الثبوت پر افادات بھی زیر ترتیب ہیں۔

راقم نے ملک وملت کے مشہور علماء اور فضلاء کے سوانح ارتحال پر اردو میں مرثیے لکھے ہیں وہ بھی بہت جلد منظر عام آئیں گے، (اب وہ کتاب داغہائے فراق کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے) پشتو زبان کا مجموعہ بھی مکمل ہو چکا ہے اور ''ازغی دتمنا'' کے نام سے پشتو غزلیات کا مجموعہ طبع ہو گیا ہے۔اسی طرح مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ کے سانحۂ ارتحال پر جن شعراء نے نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے نذر اشک کے عنوان سے بندہ نے وہ مراثی یکجا کیے ہیں۔

صوبہ سرحد کے مشاہیر علماء وفضلاء کے حالات جو کہ وقتاً فوقتاً بندہ مضامین کی شکل میں ماہنامہ ''الحق'' میں دیتا رہا، وہ مجموعہ بھی زیر ترتیب ہے ان میں اکثر مشاہیر وہ فضلاء ہیں جن کے حالات زندگی اور سوانح مطبوعہ نہیں۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری کے سوانح حیات کے علاوہ اپنے اساتذہ کرام احباب اور دوستوں کی جدائی پر بندہ کے تاثرات بنام ''چند تابندہ نقوش چند رخشندہ نفوس'' بھی تکمیل کے مراحل میں ہیں۔''

ویسے تو جناب فانی کے پشتو، اردو، فارسی، اور عربی شاعری کے نمونے میری نظروں سے ماہنامہ ''الحق'' کے صفحات پر گذرے تھے لیکن ان کے اردو شاعری کا یہ پہلا مجموعہ پہلی دفعہ مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔۔۔۔۔۔اردو کے مشہور شاعر فانی بدایونی کا کلام تو اردو ادب کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے پڑھا تھا لیکن پشتون فانی کا یہ مجموعہ اردو زبان میں مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ محمد ابراہیم فانی (جن کی مادری زبان پشتو ہے)

جہاں فارسی، عربی زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں، وہاں اردو میں بھی وہ نہایت روانی اور آسانی سے شگفتہ انداز میں واردات قلبی اور معاملات حسن وعشق، احساس محرومی، غم جاناں اور غم دوراں کو سپرد قلم کرسکتے ہیں۔آپ کی نظموں اور غزلوں میں جو بیساختہ پن اور روانی ہے، وہ دوسرے پشتون شعراء کی اردو شاعری میں شاید آپ کو کم ہی ملے، فانی اپنے دل کی بات دوسروں کے دلوں تک پہنچانے کا فن جانتے ہیں۔آپ کی یہ فنکارانہ صلاحیت جہاں آپ کی پشتو، فارسی اور عربی شعری فن پاروں میں نمایاں ہے وہاں آپ کی اردو شاعری میں بھی بھرپور انداز سے جھلکتی ہے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں فانی صاحب کے چند اشعار مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں جنکے مطالعے سے قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مجموعے کے شاعری کس درجے کی ہے۔

شوخی رفتار اپنی ناز برداروں سے پوچھ — تلخئ راہ محبت عشق کے ماروں سے پوچھ
چارہ سازی چھوڑ دی ہم نے جنون عشق کی — اس مرض کی چارہ گر کوئی دوا ہو یا نہ ہو

طعنہ ہائے گمرہی ہم سہہ رہے تھے رات دن — راہ پر جب آگئے تو رہنما کوئی نہ تھا

سبحہ گردانی نہیں بس ذوقِ ایمانی کا نام — جب ترے سینے میں زاہد سوزِ سلمانی نہیں

میں ہی محروم تمنا تشنہ کام دید ہوں — میکدے میں ورنہ فیضِ ساقی گلفام ہے

اپنی قسمت سے گلہ تھا ان سے کچھ شکوہ نہ تھا — اس حسین پیکر نے میرے عشق کو سمجھا نہ تھا

مرا شوق ِ جبیں سائی نہ انداز نوا بدلا — مگر تیرا نہ اے ظالم یہ عنوانِ جفا بدلا
بے خودی خطرے میں ہے دیوانگی خطرے میں ہے — اے غمِ ہستی مری آوارگی خطرے میں ہے

اب تو یہ دل ہے بسانِ قطرۂ آبِ رواں — اے مریض دل نہ رو ورنہ ٹپک جاتا ہے دل

ہم بڑھے جاتے تھے انجام سفر سے بے خبر — رک کے جب منزل پہ دیکھا کوچۂ صیاد تھا

............☆☆☆............